مرثیہ نمبر۔ ۷

در حالِ شہادتِ حضرت قاسمؑ ابنِ حسنؑ

کُل تعدادِ بند: ۷۰

مطلع

خَلق میں آئینہءِ خُلقِ پیمبرؐ ہیں حسنؑ

(۱)

خَلق میں آئینۂ خُلقِ پیمبرؐ ہیں حسنؓ
بزم میں مثلِ نبیؐ، رزم میں حیدرؓ ہیں حسنؓ
ہے زہراؓ و علیؓ رحمت، داور ہیں حسنؓ
مرکزِ امن ہیں اور صلح کے محور ہیں حسنؓ

عالمِ فقر میں، کب ایسا غنی ہے کوئی
ایسا مصلح نہ شجاعت کا دھنی ہے کوئی

حُسن میں یوسفؑ کنعاں سے بھی بڑھ کر ہیں حسنؓ
صلح جُو ہیں، پسرِ فاتحِ خیبر ہیں حسنؓ
امن کی روحِ رواں، خُلق کا پیکر ہیں حسنؓ
فقر کا قولِ جلی ہے، کہ تونگر ہیں حسنؓ

کس نے رتبہ یہ بجز سِبط نبیؐ پایا ہے
حُلّہ جنت سے مَلَک، اِن کے لئے لایا ہے

تھے جری، ابنِ جری، جنگ نہ تھی پر منظور
تھا سدا پیشِ نظر، امن واماں کا دستور
بیکسوں کے تھے مددگار بحدِ مقدور
اِن کی نظروں میں مساوی تھے امیر ومزدور

فقر و فاقہ میں سدا، شکرِ خدا کرتے تھے
امن وانصاف کے جادے پہ چلا کرتے تھے

اِن کے ایثار سخاوت کا ہے یہ لبِ لباب
خوانِ نعمت تھا وہ اِن کا، کہ نہیں جس کا جواب
کرتے تھے بھوکوں کو یہ آب وغذا سے سیراب
کوئی سائل نظر آیا، تو ہوا دل بیتاب

روز وشب کھانا غریبوں کو دئے جاتے تھے
خود مگر فاقوں پہ فاقے یہ کئے جاتے تھے

زندگی وقف تھی مولاؓ کی فقط حق کے لئے
صَرف چالیس برس دیں کے تحفظ میں کئے
دکھ پہ دکھ اِن کو مسلمانوں نے بے وجہ دئے
زخمِ دل، زخمِ جگر، صبر کی سوزن سے سئے

لاکھ انداز سے گو وقتِ مصیبت آیا
لب پہ لیکن نہ کبھی حرفِ شکایت آیا

(۲)

اتنے القاب ہیں اِن کے، کہ نہیں حد جن کی — صفوۃ اللہ ہیں، طیبؑ ہیں، تقیؑ اور نقی
مجتبٰیؑ، حجتؑ و زاہدؑ ہیں سخیؑ، ابنِ ولیؑ — سیدؑ و ناصحؑ و قائمؑ ہیں، امیں اور ذکی

جملہ اوصافِ حمیدہ سے گراں پایہ ہیں
خلق میں دینِ خدا کا یہی سرمایہ ہیں

خُلق خلاق نے کیا اِن کو برائے اسلام — عمر بھر نشر کئے، دینِ خدا کے احکام
خدمتِ خلق تھی، یا طاعتِ معبود مدام — آپ کے سائے میں پلتے تھے ہزاروں ایتام

خوشنما دیں کی قبا، سوزنِ دِل سے سی ہے
حق کی چالیس برس آپ نے خدمت کی ہے

دَور میں اِن کے نہ تھا، کوئی بھی اِنکا ثانی — اِس کے باوصف ستاتے تھے ستم کے بانی
جب کبھی اِن پہ مصائب کی ہوئی طغیانی — کردیا صبر سے ہر موجہ غم کو پانی

چن لیا روزِ ازل حق نے امامت کے لئے
اِن کی خلقت تھی فقط، دیں کی حفاظت کے لئے

حق نے اِس ذات کو بخشا تھا مثالی کردار — دشمنوں کی تھی یہ خواہش کہ اٹھائیں تلوار
نیک طینت تھے تو تھا امن سے اِنکو سروکار — تھی مگر دین فروشوں سے طبیعت بیزار

درد دکھ جھیلتے تھے، خَلقِ خدا کی خاطر
دل سے کرتے تھے سدا، یہ فقرا کی خاطر

بخدا بحرِ نبوت کے تھے دُرِ نایاب — صاف پھر جاتا تھا نظروں میں پیمبرؐ کا شباب
اِن کو ازبر تھا، جو دینِ نبوی کا تھا نصاب — اِن کا موجود نہ تھا ساری خدائی میں جواب

درس اسلام کا دن رات دیا کرتے تھے
خدمتِ خَلق، یہ بے اجر کیا کرتے تھے

(۱۱)

کوئی ثانی ہی نہیں، دونوں جہاں کے مابین	پارۂ قلبِ نبیؐ ماں ہیں، برادر ہیں حسینؑ
یہ بھی ہیں مثلِ پدر، عقدہ کشائے کونین	جانشیں اُس کے ہیں، جو فاتحِ صفین و حنین
دَور میں اپنے، ہر اِک شخص سے یہ اولیٰ ہیں
ہے خدا صاحبِ احساں، تو حسنؑ مولیٰ ہیں

حُسن اس وجہ ملاحق سے، ہوا نام حسنؑ	اِن کی گفتار سے ظاہر تھا، بزرگوں کا سخن
تھا بہر حال شریعت کے مطابق جو چلن	اس لئے دشمنِ اسلام تھے اِن سے بدظن
کوئی گوشہ نہ اٹھا رکھا ستانے کے لئے
تھے کمر بستہ، شریعت کے مٹانے کے لئے

دین سے کد تھی، تو تھے رہبرِ دیں سے بیزار	حاصلِ کفر جو تھے، کفر پرستی تھا شعار
تھے منافق ازلی، فاسق و فاجر، بد کار	باطناً منکرِ دیں، ظاہرا دیں کا اقرار
غیر ممکن تھا رہِ راست پہ لانا اِن کو
کفر اجداد سے وَرثے میں ملا تھا اِن کو

وادیٔ جہل کے پروردہ تھے سب کفر شناس	اپنے کردار سے کرتے تھے یہ ایمان کا ناس
نیک و بد کا نہ رہا، اُن کے دلوں میں احساس	فیصلہ کرتے تھے ہر بات کا ازروئے قیاس
پَیرو بو جہل کے، ابلیس کے ہم پایہ تھے
کفر و الحاد و شقاوت کا یہ سرمایہ تھے

تھی عداوت جو انہیں دین سے مثلِ اجداد	فطرتاً تھے یہ سدا، مائلِ ظلم و بیداد
کفر و الحاد کے ازبر تھے سبق اِن کو یاد	کوئی فرعون کا ثانی، کوئی مثلِ شدّاد
دینِ حق کے تھے یہ کم ظرف، سدا کے دشمن
سب کے سب تھے یہ نبیؐ اور خدا کے دشمن

(۱۶)

شام میں تھا ابوسفیان کے بیٹے کا عمل　　اُس نے شوریدہ سری سے وہ مچائی ہلچل
چھائے اُس دَور میں ہر سمت ستم کے بادل　　ہوگیا جس سے ہر اک فردِ مسلماں بےکل
تھی یہ کوشش، نہ حسن کی کوئی تعظیم کرے
ہر مسلمان، خلیفہ مجھے تسلیم کرے

چال عیاری کی ہر گام پہ وہ چلنے لگا　　ہر طرح کے ستم و جور پہ آمادہ ہوا
غصب ہو حقِ حسن، تھا یہی دل میں سودا　　اب بھی تسلیم اِسے کرتے ہیں اہلِ دنیا
گر حسن ایسے میں شمشیر بکف ہو جاتے
دونوں جانب سے مسلمان تلف ہو جاتے

یہ بھی سوچا ہے کبھی دشمنِ دینِ اسلام　　اِن کے تھے شرعِ پیمبرؐ کے مطابق احکام
ہر طرح قابلِ تقلید تھا، اِنکا اقدام　　جو نبیؐ نے کیا، شبرؑ نے کیا وہ ہی کام
بخدا فکرِ حسن، حُسن میں کس درجہ ہے
صلح بھی آئینہ صلحِ حدیبیہ ہے

سب ہیں اِس بات سے آگاہ میانِ عالم　　وہ دبے گا، ہو جسے بیمِ شکستِ پیہم
اختیارات یہ فاتح کو ہیں خالق کی قسم　　صلح نامے کی شرائط وہی کرتا ہے رقم
عقدۂ صلح کو، فاتح ہی تو حل کرتا ہے
اور مفتوح شرائط پہ عمل کرتا ہے

کی رقم صلح کی شبرؑ نے یہ شرطِ اول　　ابنِ سفیان کا ہو، سنت و قرآں پہ عمل
جھگڑے سب ہوئیں گے آئینِ نبیؐ پر فیصل　　دیں کے آئین میں ہوگی نہ کوئی ردوبدل
دارِ فانی سے کوئی جب بھی اٹھے گا واللہ
جانشیں اپنا مقرر نہ کرے گا واللہ

(۴۱)

ساکنانِ یمن و شام و عراق اور حجاز جتنے ہیں اُن کے لئے امن کا در ہوگا باز
اِن مسلمانوں میں جتنے ہیں علیؑ کے دم ساز بے خطا اُن کو ستائے نہ کوئی فتنہ طراز
خوف و دہشت، نہ کدورت، نہ عداوت ہوگی
جان اور مال کی ہر طرح حفاظت ہوگی
تھی وظیفے کی کوئی شرط، نہ تھا ذکرِ خراج تھی خلافت کی تمنا، نہ انہیں خواہشِ تاج
امن اور صلح کی معراج پہ تھا اِن کا مزاج تھے مشیت کے سوا، یہ نہ کسی کے محتاج
خوبیٔ فقر ہمیشہ جو رہی نظروں پر
ہفت اقلیم کی شاہی نہ چڑھی نظروں پر
کر لئے مکر سے تسلیم، جو عہد و پیماں کھول دی درہم و دینار کی پھر اس نے دکاں
دیں فروشوں کے خریدے گئے دین و ایماں لب پہ اسلام تھا، اور کفر تھا دل میں پنہاں
شرع میں رد و بدل کر کے جفا کاروں نے
شکل ہی مسخ کی اسلام کے غداروں نے
پھر یہ چاہا، کسی صورت انہیں پہنچائیں گزند علَمِ جنگ کیا اہلِ شقاوت نے بلند
حامیٔ امن تھا اس درجہ علیؑ کا دلبند صلح جُو تھے، نہ کیا جنگ کو مطلق بھی پسند
ذوالفقار اِن کے بھی پہلو میں تھی حیدرؑ کی طرح
جنگ گر کرتے، تو یہ فاتحِ خیبر کی طرح
ہو چکی جب کہ خریدارئِ دین و ایماں اپنے قبضے میں رکھی اُس نے حکومت کی عناں
پھر ستانے پہ کمر بستہ ہوا دشمنِ جاں تھی یہ کد، آلِ محمدؐ کا مٹے نام و نشاں
جس طرف چاہا عناں ظلم کی موڑی اُس نے
صلح نامے کی ہر اِک شرط ہی توڑی اُس نے

(۲۶)

تھا جو پندارِ حکومت میں سراسر مدہوش　　منحرف ہوگیا عہد سے اپنے مے نوش
دین و ایماں کا مخالف ہوا وہ کفر بدوش　　چین سے نام کو بیٹھا نہ ذرا دین فروش

دین مٹ جائے کسی طرح یہ تیاری کی
چالیں ہر گام پہ چلنے لگا عیاری کی

پھر تو توڑے گئے سادات پہ وہ ظلم و ستم　　جس کی تفصیل رقم کرنے سے قاصر ہے قلم
گھر سے دیں داروں کے آتی تھی صدائے ماتم　　خوف سے لرزہ براندام تھے مومن ہر دم

دم بہ دم رنج و مصائب میں گھرے جاتے تھے
ظلم و بیداد کی چکی میں پسے جاتے تھے

بہرہ ور ہوگیا جب مکر سے بانیٔ فساد　　مائلِ مشقِ ستم ہو گیا، مثلِ اجداد
بے گناہوں پہ بھی الزام لگے بے بنیاد　　اِس بہانے ہی سے ہونے لگے ظلم و بیداد

کوئی گوشہ نہ اٹھا رکھا ستانے کے لئے
یوں کمر بستہ ہوئے ان کے مٹانے کے لئے

کب سے تھے گھات میں یہ دشمنِ دینِ اسلام　　آ گئی چال میں مکاروں کی جعدہ بد نام
اِن کی ہر شفقت و الفت کا دیا یہ انعام　　اس کی خواہش تھی کہ شوہر کا کروں کام تمام

بخدا خوئے خباثت تھی جو بد طینت میں
بنتِ اشعث نے دیا زہر انہیں شربت میں

لے کے میت کو پئے دفن چلے جب شبیرؑ　　مانعِ راہ ہوئے، آ کے بہم سب بے پیر
وہ کیا ظلم کہ جس کی نہیں دنیا میں نظیر　　بے خطا اِن کے جنازے پہ ہوئی بارشِ تیر

عقل انسان کی مبہوت ہوئی جاتی ہے
یاں تو تاریخ بھی خاموش نظر آتی ہے

(۳۱)

فطرتاً یہ دلِ انساں میں ابھرتا ہے سوال میتیں بھی کہیں تیروں سے ہوئی ہیں غربال
یہ ستم وہ ہے کہ دنیا میں نہیں جس کی مثال ماضی وحال کی تاریخ بھی ہے اِس سے نڈھال

یوں تو کیا کیا نہ یہ گردشِ دوراں ہوگا
واقعہ ایسا، نہ تا حشر نمایاں ہوگا

لاش جب ہوچکی معصوم کی تیروں سے ہدف تب چلے لے کے جنازے کو بقیعے کی طرف
ہو گیا دفن جونہی لختِ دلِ شاہِ نجف دشمنِ آلِ محمدؐ میں بجے چنگ و دف

اِس طرف گریہ و ماتم تھا، عزاداری تھی
قتلِ معصوم پہ واں عید کی تیاری تھی

متوجہ ہوا پھر ظلم پہ بد خو گیاد بند تھے بابِ اماں، وا تھے درِ جور و فساد
منزلِ اوج پہ پہنچا دئے کفر و الحاد ہوگیا دشمنِ اسلام وہ مثلِ اجداد

باپ کو زیست کی الجھن نے جو آزاد کیا
قصرِ دوزخ کو ستم گار نے آباد کیا

اٹھ گیا دہر سے جس وقت پلید ابنِ پلید متمکن ہوا پھر تختِ خلافت پہ یزید
دیں کے احکام کی کرنے لگا پیہم تردید شر پہ آمادہ ہوا، دشمنِ عدل و توحید

خوب واقف تھا، خلافت ہے ولی کا منصب
بعدِ شبرؑ ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کا منصب

اِن کے نانا ہی نے رکھی ہے بنائے اسلام اِن کی ہی ذات سے ہے نشو نمائے اسلام
اِن کے ہی دم سے ہے دنیا میں بقائے اسلام جاں کی بازی یہ لگا دیں گے برائے اسلام

کسی صورت سہی، پوری یہ مرادِ دل ہو
یہ خلش دل کی جو نکلے تو سکوں حاصل ہو

(۳۶)

خواہشِ دل ہے، کسی طرح ہو اسلام تباہ — جو مسلمان بنے ہیں، اُنہیں کر دوں گمراہ
کُل رعایا مجھے تسلیم کرے دین کا شاہ — ہو کسی گوشے میں شبیرؑ کو حاصل نہ پناہ
حاکمِ وقت ہوں، لازم ہے کہ تعظیم کریں
وہ بہر طور خلیفہ مجھے تسلیم کریں

مرحلہ ایک ہے لے دے کے مرے پیشِ نظر — وارثِ دینِ خدا، شیرِ خدا کا ہے پسر
ہو نہ جائے بپے اسلام کہیں سینہ سپر — ماسوا اُن کے، کسی کا بھی نہیں اب مجھے ڈر
وہ رضا مند اگر ہو گئے بیعت کے لئے
راہ ہو جائے گی ہموار خلافت کے لئے

حکم حاکم کو مدینے کے کیا یوں تحریر — چال وہ چل، کہ ہوں آمادۂ بیعت شبیرؑ
کام بن جائے مرا، کر کوئی ایسی تدبیر — وقتِ عجلت ہے، مناسب نہیں اِس میں تاخیر
یا تو بیعت کو مری، عجز سے سر خم ہو جائے
یا سرِ حضرتِ شبیرؑ قلم ہو جائے

پڑھتے ہی نامہ ستم گر نے انہیں بلوایا — لے کے ہمراہ رفیقوں کو گئے شاہِ ہُدا
اُس نے بیعت کو کہا بولے یہ کل طے ہوگا — پاس مروان تھا، بولا، یہ ہے موقع اچھا
روک لے، جانے نہ دے، اب جو چلے جائیں گے
تا قیامت، یہ ترے ہاتھ نہیں آئیں گے

ہو گئے سنتے ہی اس بات کو برہم شبیرؑ — رفقا بہرِ مدد کھینچ کے آئے شمشیر
دیکھ کر مصلحتِ وقت، یہ بولا بے پیر — پھر سہی، یہ بھی ہے منظور، نہ ہو پر تاخیر
اختلافات پہ ہرگز نہیں جادہ اپنا
پھر کسی وقت بتا دینا ارادہ اپنا

(۴۱)

گھر پہ آتے ہی عزیزوں سے کیا شہؑ نے کلام　　اب کسی طور مناسب نہیں اس جا پہ قیام
دیں مٹانے پہ کمربستہ ہے اب حاکمِ شام　　سخت گرداب میں ہے کشتیِ دینِ اسلام
اب یہاں پر نہ کسی طرح اماں پاؤں گا
کوفے والوں نے بلایا ہے وہاں جاؤں گا

بھائی، ماں، نانا کی تربت پہ گئے بہرِ سلام　　اور یہ رو رو کے کیا اپنے بزرگوں سے کلام
اب کسی طرح مدینہ نہیں رہنے کا مقام　　دیکھیں اب ہوتا ہے کس جا پہ سفر اپنا تمام
صدمۂ ہجر سے دل زیر و زبر ہونے لگا
آئے گھر لوٹ کے سامانِ سفر ہونے لگا

پھر گلے مل کے ہر اک سے ہوئے رخصت مولاؑ　　جن کو لے جانا تھا مقصود، اُنہیں ساتھ لیا
سخت بیمار تھیں صغراؑ، اُنہیں گھر میں چھوڑا　　خانۂ حضرتِ شبیرؑ میں تھا حشر بپا
پھر تسلی کے سخن کہہ کے شۂ صفدر نے
اپنی منزل کی طرف کوچ کیا سرورؑ نے

کربلا میں جو ہوا داخلۂ شاہِ انام　　ایستادہ لبِ دریا ہوئے حضرت کے خیام
شہؑ کو یہ آ کے دیا سعد کے بیٹے نے پیام　　حکمِ حاکم ہے، فروکش ہو یہاں لشکرِ شام
خیمے ریتی پہ لگا لینے میں دقت کیا ہے
آپ کی نظروں میں پانی کی حقیقت کیا ہے

دُور دریا سے ہوئے نصب خیامِ شبیرؑ　　کرلیا فوج نے یاں ساحلِ دریا کو اسیر
دسویں کو ماہِ محرم کی ہوئی بارشِ تیر　　امن اور صلح کی ناکام ہوئی ہر تدبیر
شام کی فوج جو آمادۂ پیکار ہوئی
چند پیاسوں پہ بری طرح کی یلغار ہوئی

(۴۶)

صبحِ عاشور کو لاکھوں سے بہتّر کی تھی جنگ   دیدنی تشنہ لبوں کی تھی لڑائی کی اُمنگ
افسرِ فوج سراسیمہ تھے، ششدر سرہنگ   یہ وہ منزل تھی، جہاں عقل ہے انسان کی دنگ
دھنس کے افواج میں وہ ظلم شعاروں سے لڑا
حد شجاعت کی ہے، اِک شیر ہزاروں سے لڑا

قتل جب رن میں ہوئے حضرتِ زینبؑ کے پسر   آیا شبیرؑ کی خدمت میں حسنؑ کا دلبر
عرض کی، اے پسرِ شافعِ روزِ محشر   اب تو خادم پہ بھی ہو جائے عنایت کی نظر
بولے شہؑ، دل کو نہ غربت میں دکھاؤ بیٹا
ماں، پھوپھی، بہنوں سے مل آؤ تو جاؤ بیٹا

دی اجازت جو شہِ دیں نے تو دل ہو گیا شاد   اسلحہ سج کے چلے جنگ کو مثلِ اجداد
حُسنِ قاسمؑ کا جو دیکھا، تو حسنؑ آ گئے یاد   یوں رجز سامنے فوجوں کے پڑھا وقتِ جہاد
آپ نے صوتِ حسنؑ سے جو خطابت کی تھی
اِس طرح باپ کی بیٹے نے نیابت کی تھی

تول کر فوج کی قوت کو یہ بولا جرار   غرقِ خوں ہوگے، اگر کھینچ لی میں نے تلوار
ایک ہی حملے میں کردوں گا صفوں کو فی النار   آئے وہ سامنے، سر دوش پہ ہو جس کے بار
معرکہ خندق و خیبر کا دکھادوں گا ابھی
راستے پر تمہیں دوزخ کے لگادوں گا ابھی

کھول کر کان یہ سن لو کہ علیؑ میرے ہیں جد   جن کی ضربت نہ ہوئی مرحب و عنتر سے بھی رد
آج بتلادوں گا میں، تیغ زنی کی تمھیں حد   بھول سکتے نہیں اس جنگ کو تم تا بہ ابد
ہاں کروں گا میں بپھر کر وہ بلا کے حملے
یاد آئیں گے تمھیں عقدہ کشا کے حملے

(۵۱)

بڑھ کے ارزق نے کہا،لوٹ جا ہے طفل ابھی　　　کھیل کے دن ہیں،نہیں عمر تری لڑنے کی
مسکرا کر کہا قاسم نے کہ بد بخت شقی　　　سن لے کوکم،پہ ہنر میں نہیں مطلق بھی کمی
بخشا ہے زورِ یداللہ، خدا نے مجھ کو
ہنرِ جنگ سکھائے ہیں چچا نے مجھ کو

سُن کے یہ بات بنِ سعد نے ارزق سے کہا　　　طفل اس سن کا کسی جنگ میں تو نے دیکھا
اُس نے یہ کہہ کے بپے جنگ پسر کو بھیجا　　　جس قدر جلد ہو،اس طفل کا سر کاٹ کے لا
اور اگر قید اِسے کر کے یہاں لائے گا
حاکمِ شام سے انعام بہت پائے گا

خود ستائی سے یہ کہنے لگا وہ ناہنجار　　　بخدا طفل سے لڑنے کو سمجھتا ہوں میں عار
ہاں سنبھل،ضرب لگاؤں گا میں ایسی دوچار　　　جن سے ہو جائے گا جاں تم کو بچانا دشوار
لاشِ بے سر کو تری خاک پہ تڑپاؤں گا
یا تجھے کر کے گرفتار میں لے جاؤں گا

ہنس کے بولے کہ آہوش میں اے دشمنِ دیں　　　یا علیؑ کہہ کے لگادوں گا اگر ضرب کہیں
لاش آئے گی نظر لوٹتی بالائے زمیں　　　موت آکر ابھی کر لے گی گرفتار لعیں
لاش تو فوج کو میداں میں نظر آئے گی
روح زندانِ جہنم میں تری جائے گی

سُن کے یہ اُس نے سرِ پاک پہ ماری شمشیر　　　ڈھال پر روک لی قاسم نے دودھاری شمشیر
تن کے یہ بولے، کہ اب روک ہماری شمشیر　　　سر سے تا ناف بہادر نے اتاری شمشیر
بڑھ کے عباسؑ پکارے کہ عجب وار کیا
ایک ہی ضرب میں مردود کو فی النار کیا

(۵۶)

دوسرے بیٹے سے ارزق نے کہا جنگ کو جا   نذر کو میری سرِ ابنِ حسنؑ کاٹ کے لا
رن میں جاتے ہی یہ مغرور نے تن تن کے کہا   کھینچ کر تجھ کو مرے سامنے لائی ہے قضا
ہنس کے یہ بولے کہ کم ظرف ہے سودائی ہے
ابھی کھل جائے گا، یاں کس کو قضا لائی ہے
بھائی کے غم میں سراسیمہ جو تھا دشمنِ دیں   خوف سے ہٹتا تھا پیچھے کبھی بڑھتا تھا لعیں
زد پہ آیا، تو جھکی ڈر سے ستمگر کی جبیں   ایک ہی ضرب میں تھا زین سے بالائے زمیں
لے کے دم آئے تھے، اور دے کے وہاں دم پہنچے
آگے پیچھے ہی سہی، دونوں جہنم پہنچے
پھر تو دو بھائی بڑھے مل کے پئے جنگ وجدل   وار پر وار چلے، خوب ہوئی رڈ و بدل
تیغ نے اِن کی، وہ میداں میں دکھائی چھل بل   ایک سے دوسرا کہتا تھا سنبھل بھائی سنبھل
کوفہ و شام کی افواج کو یوں دنگ کیا
ایک ہی ضرب میں دو بھائی کو چورنگ کیا
ہو چکے چاروں پسر جب کہ شقی کے فی النار   خود پئے جنگ چلا صف سے نکل کر غدار
چار تھے داغ جو دل پر، تو کلیجہ تھا فگار   چارنا چار بڑھا کہہ کے نہیں ہوں لاچار
حاکمِ شام کو تحفہ میں ترا سر دوں گا
چاروں بیٹوں کا ابھی تجھ سے میں بدلہ لوں گا
ہنس کے یہ بولے، کہ اے دشمنِ دین وایماں   ہے رگ و پے میں لہو، حیدرِ صفدر کا رواں
روک لے ضرب مری تجھ میں یہ طاقت ہے کہاں   تجھ کو بھی بھیجتے ہیں لال گئے تیرے جہاں
سر اٹھایا تو نہ پھر دوش پر یہ سر ہوگا
چاروں بیٹوں کی طرح، خوں میں ابھی تر ہوگا

(۶۱)

کہہ کے یہ فرق پہ اِک جم کے لگائی تلوار　　یوں گرا دھم سے، گرے ریت کی جیسے دیوار
جوش میں اکبرؑ ذیجاہ پکارے اِک بار　　ہو مبارک تمہیں فتح حسنؑ کے دلدار
یہ بلا، ماں کی دعاؤں سے ٹلی ہے بھائی
ضرب یہ آئینۂ ضرب علیؑ ہے بھائی

قتلِ ارزق پہ بنِ سعد بہت گھبرایا　　بد حواسی سے بصد رنج و الم چلایا
ایک لڑکے نے ہنر جنگ کا یہ دکھلایا　　ایک بھی پانچوں میں سر بر نہیں ہونے پایا
حشر یہ شام کے حاکم کی غلامی کا ہوا
شجرۂ نسل قلم ارزقِ شامی کا ہوا

ایک کو مارنا کیا، ٹوٹ پڑو سب مل کر　　کوئی تلوار لگائے تو کوئی تیر و تبر
اور جو دُور ہیں برسائیں وہ اس پر پتھر　　پھیر دو حلق پہ اس طفل کے فوراً خنجر
پے بہ پے وار کرو یوں، نہ سنبھلنے پائے
نرغۂ فوج سے لیکن، نہ نکلنے پائے

پھر تو ہر سمت سے چلنے لگی اِن پر شمشیر　　دور سے اِن پہ کماں داروں نے کی بارشِ تیر
جسم چھلنی ہوا، ناکام ہوئی ہر تدبیر　　بھر گئی خون میں سرتا پا حسنؑ کی تصویر
غش پہ غش ضعف سے پیہم انہیں زیں پر آئے
پھر تو سنبھلا نہ گیا، آپ زمیں پر آئے

دی صدا شاہ کو، خادم کا ہوا کام تمام　　آرزو دید کی ہے، آیئے یا شاہِ انام
کان میں پہنچا بھتیجے کا جو پُر درد کلام　　پھینک کر سر سے عمامے کو، چلے رن کو امامؑ
فوجیں تر بتر جو ہوئیں، رن کی زمیں لال ہوئی
لاش یوں قاسمِ نو شاہ کی پامال ہوئی

(۶۶)

جا بہ جا جسم کے ٹکڑے جو انہیں آئے نظر　　ہائے قاسم کہا، اور آپ گرے ریتی پر
چُن لئے عضوِ بدن، شہؑ نے بچھا کر چادر　　پھر درِ خیمہ پہ پہنچے جو ملول و مضطر
دی صدا، لائے ہیں ہم، نورِ نظر کا لاشہ
کہہ دو بھاوج سے کہ لے جائے پسر کا لاشہ

سُن کے یہ مادرِ قاسم نے یہ کبریٰؑ سے کہا　　آئی ہے لاشِ پسر، ساتھ مرے چل دکھیا
زندگی بھر کا ہے غم، اِس سے ہوں واقف بخدا　　تو بھی جی کھول کے رو لے، کہ لٹا گھر تیرا
تجھ پہ اور مجھ پہ، قیامت کی یہ رات آئی ہے
دیکھ کس شان سے قاسم کی برات آئی ہے

بیوہ، بیوہ سے یہ کہتی تھی بحالِ مضطر　　ہائے سرتاج تو کہہ، اور میں کہوں ہائے پسر
کوکھ اجڑی ہے مری، مانگ تری سرتاسر　　میری خالی ہوئی آغوش، لٹا تیرا گھر
جو بیاں ہو نہیں سکتا ہے، یہ ایسا غم ہے
ایک دو دن کا نہیں، زندگی بھر کا غم ہے

آ گئے لاش کے چو گرد تمام اہلِ حرم　　ہو گیا خیمہ شبیرؑ میں برپا ماتم
آ گئی بالی سکینہؑ بھی وہیں ہائے ستم　　لاش کے ٹکڑوں کو دیکھا تو بصد صدمہ و غم
بارِ غم جب نہ اٹھا اُس سے تو گھبرا کے گری
دولہا بھائی کہا، اور لاش پہ غش کھا کے گری

لے چلے لاش کو پھر خیمے کے باہر شبیرؑ　　لڑکھڑاتے تھے قدم، حال تھا ایسا تغیر
پاؤں میں ضعف و نقاہت کی تھی بھاری زنجیر　　سر سے پا تک تھے غم و رنج و الم کی تصویر
خاک میں گود کے پالے کو ملایا شہؑ نے
لاش کو گنجِ شہیداں میں لٹایا شہؑ نے